OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-0458
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 149-161

اسلامی تصور تصوف اور مستشرقین کے نظریہ سریت کا تقابلی و تاریخی جائزہ

A Comparative and Historical Review of the Islamic Concept of Sufism and the Orientalist Theory

Dr. Aijaz Ali Khoso

Professor of Islamic Studies,

Al-Hamd Islamic University Islamabad Campus, Sindh

Dr. Naseem Akhter

Associate Professor / Chairperson, Department of Islamic Studies Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan

Abstract

Sufism is a precise and established system constructed on the process of thought and action. It demands absolute love towards Almighty Allah and service to humanity. Sufism has a deep influence on the varied populations of the world. The carriers of the Sufism were the Sufis who removed all the possible barriers and obstacles among different sections of people. Their message was unity and love. Every possible effort was made by them to spread the education among the people because education and unity are itself a way towards progress. The people were encouraged and advised by them to adopt different economic activities. Structural changes were brought by the Sufis in the society. There is no other topic to write about besides God, the human being, and the universe. The whole scope of the inquiries and studies revolves around Sufism (Tasawwuf) premises all these three topics. That is why, the rate of writing, reading, and speaking on Sufism (Tasawwuf) has always increased. The present study presents a comparison between the Islamic Sufism and the orientalist's point of view of Sufism. Contradictions between Western writers view of Sufism and the Islamic concept of Sufism have been discussed in this study. The first reason for these contradictions has been the Orientalist method of inference. Western writers have concluded that at the beginning of

those credentials from the Muslim philosophers, writers, scholars, and researchers are indie which is similar to the Western thought and philosophy. Western writers have applied Egyptian and ancient Greek speculations to the Islamic concept of Sufism. This comparison to the Islamic concept of Sufism is not right. This study will be helpful in separating the concept of Sufism that is prevalent in the world religions from the Islamic concept of Sufism

Keywords: Islamic Sufism, Islamic concept of Sufism, Theory of Mysticism, Orientalist, Sufism, Tasawwuf, Western writers, ancient Greek, Western thought and philosophy, Egyptian.

خلاصہ

خدا، انسان اور کائنات کے علاوہ چوتھا کوئی موضوع نہیں کہ جس پر لکھا جائے۔ تمام تر تحقیقات کا دائرہ اس تثلیث کے گرد گھومتا ہے۔ تصوف ان تینوں موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف پر لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی شرح میں ہمیشہ اضافہ ہوا ہے۔ اس تحقیق میں اصطلاح تصوف کو مستشرقین کے نکتہ نظر سے سمجھنے کے بعد اس کا اسلامی تصور تصوف سے تقابل پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں مغربی مصنفین اور اسلامی تصور تصوف میں تضادات کو تلاش کر کے ان تضادات کی مختلف وجوہات پر جامع بحث کی گئی ہے۔ ان تضادات کی وجوہات میں اولین وجہ مستشرقین کا طریق استنتاج رہا ہے۔ مغربی مصنفین کا طریق استنتاج یہ رہا ہے کہ ابتدا میں مسلم فلاسفہ، مصنفین، علما اور محققین کے وہ اسناد و حوالہ جات رقم کر دیے جاتے ہیں جو مغربی فلسفہ و فکر کے مشابہ ہوں۔ بعد ازاں یونانی فکر و فلسفہ کی تحقیقات اور مختلف تحریروں سے بھرپور طریقے سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلم فلاسفہ، مصنفین اور محققین کا نکتہ نظر یونانی فکر و فلسفہ سے ماخوذ ہے۔ مغربی مصنفین نے مصری اور قدیم یونانی قیاسات کو اسلامی تصورِ تصوف پر منطبق کیا ہے۔ اسلامی تصوف پر یہ تطبیق ہرگز درست نہ ہے۔ مذاہب عالم میں جو تصور تصوف رائج ہے، یہ محاکمہ آئندہ تحقیقات میں اُن کو اسلامی تصور تصوف سے علیحدہ کرنے میں معاون ہو گا۔

تعارف

ابتدائی انسان کے نفسیاتی رجحان کے بارے عدم معلومات کی بنیاد پر تصوف کی تاریخ متعین کرنا ناممکن ہے۔ تصوف قربتِ الٰہی کا طلب گار ہونا ہے۔ ابتدائی ادوار میں عدم تحفظ کے شکار انسان نے مختلف خدا تراشے ہوں گے تو اُن سے قریب ہونے کے لیے مختلف انسانوں کی حکمت عملی بھی مختلف رہی ہو گی۔ تصورِ خدا کا وجود انسان میں موجود رہا اور یہی مقصود ہی تصوف ہے۔ ابتدائی ادوار کے انسانوں کی ہر بستی میں مافوق الفطرت ہستی کا تصور موجود ملتا ہے۔ انسان نے اپنے شعور کے مطابق مختلف نظری اور مادی روپ تراشے ہیں۔[1] موافق افراد کے نزدیک تصوف

ترک مادیت جب کہ غیر موافق افراد کے نزدیک یہ فقہ سے انحراف اور بدعت ہے۔ اس کے باوجود مسلم اور غیر مسلم محققین میں اس موضوع پر خاص حد تک اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔

ہندی فلسفہ کو قدیم ترین تصور کیا جاتا ہے۔ رگ وید کی ترتیب کا زمانہ ۱۰۰۰ ق م اور اپنشدوں کی ترتیب کا زمانہ ۵۰۰ سے ۷۰۰ ق م ہے۔ ویدک دیوتاؤں کے غیر جانب دار مطالعہ سے جو بات آشکارا ہوتی ہے، اُس کے مطابق دیوتاؤں کا وہ درجہ ہرگز نہ ہے جو بت پرستی کا اعتقاد ہے۔ فطری مناظر میں ایک رشی کے لیے حیرت، تعجب اور احترام تھا کہ وہ حیرانی اس کے دل میں ہیجان کا سبب بنتا ہے۔[2] یہ ارتقائے نفس کی وجوبی منزل ہے، جس میں رشی خیال کرتا ہے کہ دیوتا مادی قوت کے خزانے سے مزین ہے۔ جب کہ اس میں براہ راست ظہور کا ادارک نہیں ہو سکتا۔ رگ وید میں ہے کہ اول گربھ نمودار ہوا اور سارے رب؛ ربِ موجودات کی حیثیت سے پیدا ہوئے، جس نے زمین کو تخلیق کیا اور آسمان بنایا۔[3]

متقدمین مستشرقین اسلامی تصوف کو ایک ہی مصدر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور متاخرین متعدد مصادر کی طرف رجوع کیا ہے۔ ان کے مطابق تصوف اسلام میں نہیں بلکہ باہر سے لایا گیا ہے۔ مصری، قدیم یونانی یا مستشرقین کے تصور تصوف اور اسلامی فکرِ تصوف کی تشریح و توضیح میں کچھ قدریں مشترک ہیں بھی تو اس کے باوجود اسلامی تصورِ تصوف کو قدیم ہندی فکر و فلسفہ یا قدیم یونانی روایات سے اخذ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ادبی جائزہ

خدا کی تلاش میں انسان کو جب اپنے وجود سے واسطہ پڑا ہو گا، تب تصوف نے جنم لیا ہو گا۔ عرفان ذات ہی تصوف کا سرچشمہ ہے۔ تاریخ میں تصوف کا اولین مآخذ زرتشی عقائد میں ملتا ہے۔ عظیمی کے نزدیک تصوف کے اولین مآخذات فارس میں ملتے ہیں۔ شام اور مصر سے یونان پھر وہاں سے ہندوستان میں آیا۔ فارس سے جو روایات سفر کرکے بتدریج عوام تک پہنچے تھے ان کو تصوف کا نام دیا گیا۔[4] ہالینڈ کے مستشرق ڈوزے نے اسلامی تصوف کے عناصر کی تلاش کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تصوف مسلمانوں میں فارس سے آیا ہے۔ مستشرقین کی جملہ تحقیق کا دائرہ یہ رہا ہے کہ تصوف اسلام میں باہر سے آیا ہے۔ میکس ہورتن اور اے۔ وون کریمر نے اسلامی تصوف کے مصادر کی تلاش ہندی فکر و فلسفہ میں کی ہے۔ میکس ہورتن کے نزدیک اسلامی تصوف کے اصول ہندی تصوف سے ہیں۔

قدیم مصریوں اور یونانیوں کے کائنات بارے تصورات کو سر ای۔ اے ویلیس، ڈومہ (مشہور ڈرامہ نگار) اور لارڈ لٹن نے بیان کیا ہے۔ کاپرنیکی نے انسان کی روحانی حقیقت کو بیان

کرنے کی کوشش کی۔ اس موضوع پر مستشرقین کے یہاں کافی مواد دست یاب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ گیلیلو اور نیوٹن جیسے محققین نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ سر ولیم کرکس کی کتاب Research In The Phenomena of Spiritualism کو انتہائی شہرت ملی۔ فرانس کے فزیالوجسٹ سر رچٹ نے Thirty Years of Physical Research کے عنوان سے کتاب شائع کی، جس میں آسٹرل ورلڈ کے وجود کا اعلان کیا گیا۔ ولیم بیرٹ کی Threshold of The Unseen اور ایڈمرل اسبورن مور کی The Voices نے لاکھوں لوگوں کو متاثر کیا۔ پروفیسر نکلسن اور دائرۃ المعارف نے سریت (Mysticism) کی جو توضیح و تعریف بیان کی ہے اُس کا تعلق بھی قدیم یونانی مادیت سے جڑتا نظر آتا ہے۔ ان مغربی مصنفین کے اسناد کا لب لباب یہ ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیادیں قدیم یونان یا مصری فلاسفہ یا دیگر مذاہب عالم سے جڑتی ہیں۔

سریت کا تجزیاتی مطالعہ

دائرۃ المعارف برطانیہ میں "سریت" کی تعریف کے مطابق؛"سریت" احساس کا ایک رخ ہے اور اس کی تفہیم مشکل ہے۔ اس تعریف کے مطابق "سریت" کا ایک پہلو فلسفیانہ اور دوسرا مذہبی ہے، جس میں ایک "سری" کے لیے ذات الٰہی کی معروضی حیثیت باقی نہیں رہتی۔[5] مذکورہ بیان کی روشنی میں انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس کا بیانیہ یوں ہے کہ "سریت (میسٹک ازم) کا مفہوم متعین نہ ہے۔ لفظ Mysticism کا استعمال جرمن زبان کے الفاظ (Mystik) اور (Mystizismus) کے مترادف ہوتا ہے۔ ثانی الذکر لفظ مسلک تھاصوفی کی نفسی تحقیق کے روحانی استفادے کے طور پر کیا جاتا ہے اور اول الذکر کے مطابق خالق اور مخلوق کے مابین ارتباط کے تجربے سے ماخوذ ہے۔[6]

دائرۃ المعارف برطانیہ کے مطابق "سریت "وحدۃ الوجود" سے مختلف ہے۔ اس کے برعکس انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مطابق خدا سے براہ راست ارتباط یا روحانی اتصال سے "سری" کا باطنی تجربہ نفسیات میں مابعد الطبیعی تھیوری کی طرف اشارہ ہے۔ ان اسناد کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو دونوں اسناد ایک دوسرے ہی سے متصادم ہیں ۔ ایک طرف سریت (Mysticism) کو ناقابل فہم اور ناقابل تشریح بیان کیا گیا ہے تو اس کے برعکس اس کا مقصد اشیاء کی غرض وغایت معلوم کرنا بتایا گیا ہے۔

پروفیسر ہاکنگ کے مطابق موضوع اور معروض میں تفریق حقیقت کا دوسرا نام ہے۔ خیال دراصل معروض کو موضوع کا نام دیتی ہے، یوں دونوں واحد حقیقت کے دو مختلف پہلو ہیں

۔[7] پروفیسر ہاکنگ کے نزدیک فلسفہ کی دیگر اصطلاحات کے مقابلے میں سریت غلط فہمیوں پر زیادہ مبنی ہو سکتی ہے اور اسے سحر اور توہمات سے نہ ملانا چاہیے۔[8]

اوپر بیان ہوئی اسناد کا تقابل کیا جائے تو یہ تصریحات فی نفسہ متضاد و متناقض ہیں۔ یہ متناقض مسئلہ کا نہیں بلکہ مادی فکر حیات و کائنات کی وجہ سے ہے۔ سریت اگر ناقابل فہم ہے تو یہ اُس طبع انسانی میں کیسے شامل ہے جو اشیاء کے حقائق کی دریافت کرتا ہے؟ جب کہ سریت (میسٹک ازم) کے ایک پہلو کو اگر فکری نظام پر مشتمل تصور کیا جائے تو اس تک رسائی ناممکن نہیں ٹھہرتی۔ باوجود یہ کہ اہل سریت فکری ثنویت سے مکمل طور پر انکاری نظر آتے ہیں۔ پروفیسر ہاکنگ نے سریت کی جو توضیح و تشریح کی ہے اس سے سابقہ اسناد کی وقعت نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

پروفیسر نکلسن کے مطابق بقول اک ہارٹ لفظ "Sum" محض خالق کے لیے مخصوص ہے جو مخلوق سے صادر نہیں ہو سکتا۔ مخلوق اپنے "Non-Sum" ہونے کا اعتراف کرے۔ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ ابو نصر سراج کے نزدیک خدا کے سوا کوئی شخص "میں" نہیں کہہ سکتا۔[9] اپنے مضمون "تصوف" میں آگے چل کر پروفیسر نکلسن مصری شاعر اور درویش ابن الفرید متوفی ۱۲۳۸ء کے اشعار کی توضیح کرتے ہیں کہ ان اشعار میں شاعر نے صوفیانہ شعور کو ایک تجربہ بتایا ہے، جس میں حِسیں متحد ہو جاتی ہیں۔ بقول نکلسن ابن الفرید کے مطابق میری آنکھیں گفتگو کرتی رہیں اور میری زبان دیکھتی رہی۔ میرے کان بولتے رہے اور میرے ہاتھ سنتے رہے اور جس حالت میں میرا کان آنکھ بن کر ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ میری آنکھ کان بن گئی تھی جو نغمے کو سن رہی تھی۔ پروفیسر نکلسن کے نزدیک ابن الفرید کا یہ تطابق خیال ایک ایسا تصور ہے جو اس کے متحد ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔[10]

پروفیسر نکلسن کے بیانات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ماضی میں مستشرقین کا طریق استنتاج کیا رہا ہے۔ پروفیسر نکلسن کے مذکورہ ہر دو اسناد بظاہر مشابہ ہوتے ہوئے بھی ہم معانی ہرگز نہ ہیں۔ بلکہ ہر ایک کا اپنا ایک علیحدہ سیاق و سباق ہے۔ اگر ابو نصر سراج کی بات کی جائے تو وہ ایک موحد ہے، جب کہ ایکہارٹ توحید اور شرک کے امتیاز سے بے نیاز ہے۔ نکلسن کے توحید و شرک سے بے نیاز ہونے بارے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی یہ شہادت ہی کافی ہے کہ ایکہارٹ اہل سریت کی حیثیت سے مقبول و معروف ہے۔ یہ ارسطو اور ڈیوی سس کاذب سے متاثر ہیں۔ ایکہارٹ خدا کی ازلیت میں شراکت کا قائل ہے۔[11] اس بنیادی تفریق کے باوجود دونوں اقوال کو ہم معنی ہرگز نہیں لیا جا سکتا۔

نکلسن قدیم یونانی فکر و فلسفہ سے کس قدر متاثر ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نکلسن کے نزدیک سریت کے طریقے بعض امور میں ایک دوسرے سے مشترک ہیں ۔[12]

اسلامی تصوف کا تجزیاتی مطالعہ

ارتقائی نظریہء حیات و کائنات کے مطابق اینی ازم، پری اینی ازم اور ٹوٹم ازم وغیرہ مذاہب کے ارتقائی مراحل ہیں۔ جس کے مطابق مختلف مذاہب بہ تدریج ترقی کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے کہ ایک خدا باقی رہ گیا۔ان مختلف ارتقائی مراحل پر تحقیق کی جائے تو اس نظریے کی بنیادی قدیم یونانی تصورِ حیات و کائنات سے ملتی ہیں۔ڈاکٹر ذاکر نائیک کے مطابق جولین ہکسلے وہ پہلا مغربی مفکر تھا جس نے ڈارون ازم کو مذاہب کی تاریخ پر چسپاں کیا۔ جس کے مطابق پہلے جادو پیدا ہوا اور پھر روحانی تصرفات۔ دیوتاؤں کے عقائد پیدا ہوئے اور پھر خدا کا تصور نمودار ہوا۔[13] ڈاکٹر ذاکر نائیک کے مطابق مغربی مفکرین ارتقائی نظریہء حیات و کائنات کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ وہ پروفیسر شمٹ کی کتاب" The Origin and Growth of Relegion "کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پروفیسر شمٹ کے مطابق علم شعوب و قبائل انسانی میں ارتقائی مذہب بے کار ہو گیا ہے۔نئے تاریخی رجحانوں نے اسے اٹھا کر پھینک دیا ہے۔[14]

آفرینشِ حیات و کائنات بارے جہاں ارتقائی نظریہ سائنس اور تاریخ کی بنیاد پر معلومات فراہم کرتا ہے، وہاں الہامی نظریۂ حیات و کائنات الہامی کتب کے توسط سے معلومات مہیا کرتا ہے۔ الہامی نظریہ کے مطابق مذہب کا آغاز آدم سے ہوتا ہے، جسے بہ طور نائب مقرر کر کے بھیجا گیا۔ وہ نہ تو شعور سے عاری تھا اور نہ تراشے ہوئے کسی مادی بت کا پیرو بلکہ عالم تھا جس کا مذہب توحید تھا۔ دین اسلام کی روشنی میں اگر رسولوں اور پیغمبروں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی تمام تر حیات ریاضت اور مجاہدے سے عبارت ہے۔ ایک پیغمبر یا رسول جب بہ طور نائب مقرر کیا جاتا ہے تو وہ ولی (صوفی) بھی ہوتا ہے۔ سب سے پہلا انسان جو ولی (صوفی) قرار پاتا ہے، وہ آدم ہے۔ عظیمی کے مطابق علوم دو ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ پہلے کا تعلق معیشت اور معاشرت سے اور دوسرا علم تصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جو علم الاسماء سکھایا وہ باطنی علوم سے ہے۔ آسمانی (باطنی) علوم بنی نوع آدم کا ورثہ ہیں۔ تصوف کی ابتداء آدم سے ہوئی اور نوعِ انسانی میں پہلے ولی (صوفی) آدم ہیں ۔[15]

جہاں تک تطابق کا تعلق ہے تو اسلامی تصوف میں ہر سطح پر صوفیاء نے معاملات اور مسائل کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ جس اشتراکِ خیال اور اتحاد کا نکلسن نے ذکر کیا ہے، اس

نوع کی حالتیں مختلف مشقوں سے بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مطابق یوگ میں بتایا جاتا ہے کہ کس طرح حسیں، محسوسات سے بر طرف کی جاتی ہیں۔ فطری میلان میں اختصاص کے سبب ان کی مجہولیت کو کیسے اور کس قدر کم کیا جاتا ہے۔ 16 اس کے مشابہ حالتیں مسکرات کے استعمال سے بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

ڈاکٹر عبد الحسین کے مطابق:

"اِیں جذبہ ہا و مکاشفہ ہا، چناں کہ بعض حکما و رواں شناساں مثل ولا کر دا، ہان، لوبا، پیر ژانہ و دیگر اں تحقیق کردہ اند، یا بعضی احوال غیر عادی ہمراہ اند، و انواع وارو ہا، و نوشابہ ہائی، مسکر و مخدر نیز از خیلی قدیم، نزد کاہناں و عارفاں وسیلہ ای بودہ است برائی آں کہ نظیر اں احوال را بطور مصنوعی ہم در خود یا دیگر اں پدید آورند۔"(17)

صوفیا کا مقصد طاعت و قربِ الٰہی ہے، جس کے لیے توحید اور رسالت کی شرائط لازم ہیں۔ طاعت و بندگی کے بعد صوفی جن کیفیات سے سرشار ہوتا ہے، ان کی تشریح و توضیح اسلامی تاریخ میں وضاحت سے ملتی ہے۔ طاعت اور بندگی کے بغیر سالک، سلوک کی آیندہ منازل طے کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ محدث دہلوی کے مطابق طریقت کے مختلف سلسلوں کی اصل ایک ہے۔ طریقت کے راستے پر چلنے والے سالک کے اقدام میں سب سے اولین قدم اپنے عقائد کو درست کرنا ہے۔ اس ضمن میں اصحاب، تابعین اور سلف صالحین کے عقائد کو مثال بنانا چاہیے۔ بعد ازاں سالک کے لیے ارکان اسلام کی تکمیل لازم ہے۔ شریعت نے جن مفاسدات سے روکا ہے، اُن پر رک جانا تصوف کا پہلا قدم ہے اور اسے طاعت کہتے ہیں۔ طاعت ہی احسان کی اصل ہے، جس کے بغیر تصوف کے راستے درست نہ ہیں۔(18)

مباحث و نتائج

کسی بھی علم یا فن کے حصول کا احسن طریقہ اُس علم یا فن کے متعلق بنیادی اصطلاحات سے معرفت ہے۔ اصطلاحات کی تفہیم کے بغیر علوم و فنون کے پیچیدہ مسائل کو سمجھنا مشکل امر ہے۔ بعض اصطلاحات کے معانی ہر شعبے میں یکساں لیے جاتے ہیں، جب کہ بعض کے مطالب و مفہوم کی توضیح اُس علم یا فن کے ماہرین بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ لغات کا معانی بیان کر دینے تک محدود ہوتا ہے۔ مطالب و مفہوم کا بیانیہ لغات کے دائرہ سے خارج ہے، جب کہ مختلف علوم و فنون کی تفہیم کے واسطے علیحدہ کتب مرتب کی جاتی ہیں۔ تصوف اور اصطلاحاتِ تصوف میں تضاد کی سب سے بڑی وجہ جانب دارانہ افہام و تفہیم رہی ہے۔

لفظ کے معانی میں وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ الفاظ مختلف سیاق و سباق اور استعمال پر منحصر رہتے ہوئے اپنے مطالب اور مفہوم بدلتے ہیں۔ جب لفظ لغوی معنوں کے بجائے خاص معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو اس کو زبان کی ضرورت سمجھا جائے گا۔ باوجود یکہ! اصطلاحات سازی شاعرانہ انداز میں الفاظ کو استعمال کرنے سے بالکل مختلف ہے، حالانکہ لغت سازی میں شاعرانہ مترادفات کی خاص اہمیت نہ ہے۔ عاطف صدیقی کے نزدیک لفظ مختلف علوم میں مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے اور اصطلاحات مختلف علوم کے لیے الگ معانی رکھتی ہیں۔[19] اس موضوع پر وجہ اختلاف ابہام یا تعریفات و توضیحات کی کثرت ہے تو علاوہ ازیں کتنے موضوعات ہیں جن کی سیکڑوں بلکہ ہزاروں تعریفیں ہیں۔ یہ تخصیص محض روحانیت (صوفی ازم) میں کس قدر جائز ہے؟ پیرایہ یا اسلوب کی تفریق سے اثر ہرگز نہیں پڑتا بلکہ تصوف کا مقصود عرفان ذات، طاعت، احسان اور قرب الٰہی ہے۔ مستشرقین اس موضوع کی حقیقی روح کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ اسلامی تصورِ تصوف کا مطالعہ ہمیشہ اس کے سیاق و سباق سے ہٹ کر ہی کیا جاتا رہا ہے۔ ہمارے ہاں محققین کا طریق استنتاج یہ رہا ہے کہ وہ مستشرقین کے کتب سے استفادہ کرتے ہوئے جب تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں تو یوں تمام تر تحقیق اُس ہی دائرہ تحقیق مخصوص ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض اوقات محقق متعلقات اور متضمنات میں عجلت سے کام لیتے ہوئے اُس اصطلاح کی تفہیم شروع ہی میں کر دیتا ہے۔ یوں تحقیق اُس تشریح اور توضیح کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ بعض مقامات پر یہ منہج تحقیق درست ثابت ہو سکتی ہے لیکن گنجلک، وسیع، ہمہ جہت اور قرآن و سنت پر مبنی موضوعات پر مذکورہ طریقہ درست ثابت نہیں ہوتا۔ قاسم غنی لکھتے ہیں:

"بہ ایں ہمہ اختلاف و تشتت کہ دریں تعریف ہا دیدہ می شود باز چوں از وجہ ہائے مخصوص تصوف و ممیزات آں حکایت می کند۔ بالآخر از مجموع آنہامی تواں قدر مشترکی یافت کہ کم بیش تعریف تصوف و عرفان محسوب شود"[20]

"باوجود ان اختلافات اور پراگندہ خیالی کے جو ان تعریفوں میں نظر آتے ہیں۔ تصوف کے امتیازات اور دیگر وجوہ کی بنا پر کہنا ہی پڑتا ہے کہ اس سلسلے میں آراء پیش کی گئی ہیں، ان سب پر غور کرنے سے ایک ایسی قدر مشترک دریافت ہو سکتی ہے جو کم از کم زیادہ تصوف و عرفان کے زمرے آتی ہو۔"

سعید نفیسی ایران کے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ تصوف پر ان کا کام "سرچشمہ ءتصوف در ایران" کے عنوان سے شائع ہو کر منظرِ عوام پر آیا ہے۔ موصوف کا مقالہ "اقبال کی شاعری میں تصوف کے عناصر کی دریافت" کے عنوان سے ہے، جس میں تصوف اور سریت کا تقابلی جائزہ پیش

کیا گیا ہے کہ تصوف اور سریت مماثل اور مشابہ نہ ہیں۔ سعید نفیس کے نزدیک ایرانی تصوف کا اساسی نکتہ طریقت رہا ہے۔ اس کا مشرب فلسفیانہ ہے نہ کہ شریعت۔[21] سعید غنی اگر تو اسلامی تصور تصوف کی بات کر رہے ہیں تو تصوف اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔ وہ اگر تصوف کو وحدت کلی تصور ہی نہیں کرتے بلکہ ہر علاقے کی خصوصیات کے اعتبار سے دوسرے علاقے کے تصوف کو جداگانہ حیثیت دیتے ہیں تو الگ بات حالانکہ ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب تصوف کو اعتقادی رویہ کے بجائے خارجی مؤثر قرار دیا جائے۔ تاریخی حقائق کے پیش نظر یہ قبول کرنا مشکل ہے، کیوں کہ اسلامی تصوف کی حقیقت ثقافتی اور تہذیبی عوامل میں مضمر نہیں، بلکہ اسلامی تصوف کی اساس توحید ورسالت پر ہے۔ اسلامی تصوف میں صوفیاء کا تعلق چاہے کسی بھی ثقافت، تہذیب یا خطہ سے ہو ان کا اجماع "احسان" کے اصول ومبادیات اور شریعت پر ہو گا۔

عظیمی کے نزدیک یہودی مذہب میں تصوف نے یونانی اثرات کے تحت جنم لیا۔ حکیم فیلو اس تصورِ تصوف کا نمائندہ ہے، جس نے مذہب اور فلسفہ میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہودی مذہب میں دو خداؤں کا تصور ہے، ایک خدائے خالق اور دوسرا مطلق۔[22] عظیمی کہتے ہیں کہ تصوف دیومالائی باطنیت سے عبارت ہے۔ اس کی بنیادیں بابلی اور مصری تہذیب میں ملتی ہیں۔ عیسائی تصور تصوف کے مطابق تمام واقعات دیوتاؤں کے فیصلوں کا نتیجہ ہیں۔[23] ان اسناد کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کا تصورِ تصوف دیومالائی باطنیت اور قدیم یونانی تصورِ حیات و کائنات سے عبارت ہے، اس کے برعکس اسلامی فکر تصوف کی بنیاد طاعت اور احسان ہے۔ میکش اکبر آبادی اسلامی فکر و فلسفہ اور افلاطونی فکر و فلسفہ میں تفریق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صوفیاء (مسلم) اصول ومبادیات میں ان سے (قدیم مصری یا یونانی فکر و فلسفہ) مختلف ہیں۔ صوفیوں نے خدا کا تصور نُور کی حیثیت سے کیا ہے، جب کہ نو افلاطونی نفی اثبات کے قائل ہیں۔ صوفیا (مسلم) صفات کے قائل ہیں اور صفات کو غیر ذات نہیں سمجھتے۔[24]

اسلامی تصوف دیومالائی باطنیت سے عبارت ہے نہ قدیم مصری اور یونانی نظریات سے بلکہ اسلامی فکر و فلسفہ اپنی ذات میں ایک علیحدہ اور مستقل شے ہے۔ ڈاکٹر زرین کوب کے نزدیک یہ تضاد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسلامی تصورِ تصوف افلاطونی فکر و فلسفہ سے عبارت ہے۔ وہ کہتے ہیں ثالوک قدیم مستشرق ہے، جس کے نزدیک صوفیاء کی تعلیمات مجوسیت سے عبارت ہیں اور دوزی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ مارکس ہورتن کے نزدیک صوفیا کے ہاں برہمنوں کا اثر ملتا ہے۔ ان باتوں کا تاثر جنید اور بایزید کے اقوال میں ملتا ہے۔ فان کرمز نے تصوف میں ہندومت اور بدھ مت کے عناصر کی نشان دہی کی ہے اور ان کے نزدیک ہے کہ جنید و بایزید کے یہاں مسیحی

رہبانیت کا تاثر ملتا ہے۔ فان کرمز کے نزدیک خاص طور پر حارث محاسبی اور ذوالنون مصری رہبانیت کے نمایندہ تھے۔ علاوہ ان کے پالاسیو، ونسنک اور توراندرا نے اسلامی تصوف میں مسیحی عناصر کی نشان دہی کی ہے۔ ویسفلڈ، براؤن اور نکلسن کے نزدیک تصوف نو فلاطونی فکر و فلسفہ پر مبنی ہے۔ مرکس نے تصوف میں یونانی فلسفہ اور بلوشہ نے اس میں ایرانی عناصر کی نشان دہی کی ہے۔ کارادودنے مسیحی عقائد، ویدانت، مجوسیت اور یہودی عناصر کی نشان دہی کی ہے۔[25] اسلامی فکر و فلسفہ مذکورہ مغالطوں کی نذر ہو کر تضادات کا شکار ہوتی رہی ہے۔ اسلامی تصوف کے منابع و مراجع قرآن سنت پر مبنی ہیں۔ مستشرقین اور بعض مشرقی محققین کا اس امر سے انکار غلط، بے بنیاد اور غیر معقول ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ تصوف سامی مذاہب کے بجائے آریائی مذاہب کی پیداوار ہے۔ زرین کوب اس بارے مزید وضاحت سے لکھتے ہیں: " با ایں ہمہ تصوف اسلامی در عین شباہت بار زی کہ با ایں گونہ مذاہب غیر اسلامی دارد نہ پدید آوردہ ہیچ یک از آں باست و نہ مجموع ہمہ آں ہا چیزی است مستقل کہ مشا آں اسلام و قرآن است و شک نیست کہ بدونِ اسلام و قرآن از جمع مجموع ایں عناصر غیر اسلامی ممکن بود۔ چنیں نتیجہ بی حاصل آید و ایں نظری است کہ امروز مورد قبول بیش تر اہل تحقیق واقع شدہ است "[26]

ترجمہ: اسلامی تصوف غیر اسلامی مذاہب سے اس نوعیت کی مشابہت کے باوجود نہ جزوی طور پر ان مذاہب سے بر آمد ہوا اور نہ مجموعی اعتبار سے ان سے بر آمد ہوا ہے، بلکہ اپنی ذات میں ایک مستقل شئے ہے۔ جس کا مخرج اسلام اور قرآن ہیں اور اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسلام اور قرآن کے علاوہ تصوف کے عناصر غیر اسلامی ہو ہی نہیں سکتے۔ یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے اور عہد حاضر میں یہی نظریہ بیش تر اہل تحقیق نے تسلیم کیا ہے۔

5۔ ماحصل/ Conclusion

تصوف اور اصطلاحاتِ تصوف میں ان تضادات کی وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ جانب دارانہ افہام و تفہیم رہی ہے۔ حالانکہ الفاظ مختلف سیاق و سباق اور استعمال پر منحصر رہتے اپنے مطالب و مفاہیم بدلتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات محقق متعلقات اور متضمنات میں عجلت سے کام لیتے ہوئے اُس اصطلاح کی تفہیم شروع ہی میں کر دیتا ہے۔ یوں تحقیق اُس تشریح اور توضیح کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ بعض مقامات پر یہ منہج تحقیق درست ثابت ہو سکتا ہے لیکن گنجلک، وسیع، ہمہ جہت اور قرآن و سنت پر مبنی موضوعات پر مذکورہ طریقہ درست ثابت نہیں ہوتا۔ تصوف کی ہمہ گیریت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق تمام مذاہب عالم سے کسی نہ کسی طور ضرور جڑتا ہے اور اس میں تضاد کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہے کہ مختلف جغرافیائی ماحول اور مختلف

مذہبی نفسیات کو پیش نظر رکھے بغیر اس کی مخصوص تعبیر کر دی جاتی ہے۔ اسلامی تصورِ تصوف کا اُس سریت سے ہر گز کوئی تعلق نہ ہے کہ جس کا ذکر نکلسن یا دیگر مغربی مصنفین کے ہاں ملتا ہے۔ ان مغربی مصنفین کے نزدیک اسلامی تصوف کا تعلق قدیم مصری یا یونانی تصورِ تصوف سے ملتا ہے۔ اس محاکمے سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلامی تصورِ تصوف مستشرقین کے نظریہ ء تصوف سے کلی طور پر علیحدہ اور مختلف ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ محمود، ارشد، تصورِ خدا، لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۹۷ء، ۱۵

2۔ گپتا، ایس۔این، داس، ڈاکٹر، تاریخ ہندی فلسفہ، مترجم: رائے شیو موہن لعل ماتھر، حیدر آباد، دکن: ۱۹۴۴ء، ۲۴۔۲۵

3۔ ایضاً

4۔ عظیمی، شمس الدین، خواجہ، احسان و تصوف، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریایونیورسٹی، ملتان، 2004، ص:24

5۔ انسائیکلوبرٹنیکا، ۱۶: ۵۱

6۔ دائرۃ المعارف، مذہب واخلاقیات، لندن: طبع دوم، ۱۹۵۵ء، ۹: ۳۷

7۔ ہاکنگ، ارنسٹ، ولیم، انواع فلسفہ، مترجم: ظفر حسین، لکھنو: ۱۹۵۲ء، ۳۰۵

8۔ ایضاً

9۔ رینالڈ۔اے، نکلسن، مقالہ، صوف، مشمولہ، میراث اسلام، مترجم: عبدالمجید سالک، لاہور: ۱۹۶۰ء، ۲۹۱

10۔ ایضاً

11۔ انسائیکلوپیڈیابرٹانیکا، ۵: ۹۔۵

12۔ رینالڈ۔اے، نکلسن، میسٹک آف اسلام، بیروت: ۱۹۶۶ء، ۲-۳

13۔ نائیک، ذاکر، ڈاکٹر، تقابل ادیان، (ادیان عالم کا انسائیکلوپیڈیا)، مترجم: فیضان محمد، لاہور: اسلام بک ڈپو ۱۲ گنج روڈ، س ن، ۶۱

14۔ ایضاً، ۶۵

15۔ عظیمی، شمس الدین، خواجہ، احسان و تصوف، شعبہ علوم سلامیہ، ملتان: بہاءالدین زکریایونیورسٹی، ۲۰۰۴ء، ۱۲-۱۱

16۔ انسائیکلوپیڈیاآف ریلجن اینڈ ایتھکس، ۲: ۸۳۲

17۔ زرین کوب، عبدالحسین، ڈاکٹر، ارزش میراث صوفیہ، طہران: ۱۳۴۴ش، ص ۳۲

18۔ محدث، دہلوی، شاہ، ولی اللہ، ہمات، مترجم: محمد سرور جامعی، لاہور: ۱۹۶۴ء، ۶۰-۵۹

19۔ صدیقی، آصف، محمد، اُردو اور دیگر زبانوں کی قواعدی اصطلاحات کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ، اُردو ریسرچ جرنل، شمارہ ۲۰، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۹ء، ۳۱

20۔ غنی، قاسم، ڈاکٹر، تاریخ تصوف در اسلام، طہران: ۱۳۴۰ش، ۱۹۴

21۔ نفیسی، سعید، سرچشمہ تصوف در ایران، طہران: ۱۳۴۳ش، ۴۸

22۔ عظیمی، شمس الدین، خواجہ، احسان و تصوف، شعبہ علوم سلامیہ، بہاؤالدین زکریایونیورسٹی، ملتان، 2004ء، ص:25

23۔ ایضاً، ص:25

24۔ میکش، اکبر آبادی، محمد علی، سید، نقد اقبال، لاہور، 1970ء، ص:41

25۔ زرین کوب، عبدالحسین، ڈاکٹر، ارزش میراث صوفیہ، طہران، 1344ش، ص:15-14

26۔ ایضاً، ص:16